بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دادا کے ترکہ میں
# یتیم پوتے کو محجوب کرنا
# کتنا شرعی واصولی اور کتنا من گھڑت؟

## قرآن وحدیث کے آئینے میں


تالیف

مسرور أحمد الفیضی



شائع کردہ

دار الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مئو

ملنے کا پتہ

شمع یونانی دواخانہ (جامع مسجد فیض عام کے نیچے)

صدر بازار چوک، مئوناتھ بھنجن، یوپی۔ ۲۷۵۱۰۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً اما بعد!

تعریف در حقیقت اس اللہ رب العالمین کیلئے ہی ہے جس نے اپنے بندے محمدؐ پر ایک ایسی خاص کتاب نازل کی کہ جسکے اندر کوئی کجی وٹیڑھا پن اور تضاد نہیں ہے جسکے دو مقاصد ہیں ایک تو یہ کہ لوگوں کو آخرت میں پیش آنیوالے سخت عذاب سے ڈرایا جائے دوسرے یہ کہ عمل صالح کرنیوالے مومنوں کو بہترین اجر وانعام کی خوشخبری دیجائے۔ (سورہ کہف ۲،۱)

**اتباع کتاب وسنت لازم ہے:** پس ایک مومن کی علامت، خوف الٰہی کا ہونا اور عذاب آخرت سے ڈرنا اور عمل صالح کر کے اخروی انعام کا مستحق بننا ہر مومن کی خواہش ہے۔ اور ایسے اعمال کی بجا آوری جو کتاب الٰہی (وحی الٰہی) اور سنت رسول (مبنی بر وحی الٰہی) کے مطابق ہو اسی کے چلتے نجات اخروی ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی کو اتباع وحی کا پابند بنایا گیا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے (**اتبع ما یوحی الیک من ربک**) الآیہ یعنی تمہاری طرف جو وحی کیجارہی ہے اسی کے مطابق زندگی گذارو اور عمل کرو۔ یہی حکم امت محمدیہ کو بھی دیا گیا ہے کہ تم لوگوں کیطرف تمہارے رب کی جانب سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے تم صرف اسی کی اتباع وپیروی کرو اور اسی کے مطابق زندگی گذارو اور عمل بھی کرو اس کے علاوہ کسی کو بھی ولی، بزرگ اللہ کی پہنچی ہوئی ہستی جان کر اسکے کہے کے مطابق عمل نہ کرو اور اسکے پیچھے نہ بھاگو۔ (الاعراف ۲،۳) ورنہ بصورت دیگر تمہارا سارا عمل باطل ومردود ہوگا اور اسکا ثواب رائیگاں جائیگا۔ جیسا کہ سورہ محمد ۳۳ میں اللہ نے واضح طور پر فرمادیا ہے۔ نیز اللہ کے رسولؐ کا واضح فرمان بھی ہے کہ (**من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد**) رواہ مسلم وغیرہ یعنی کسی نے بھی کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم، فیصلہ اور عمل نہ ہو اور نہ ہی ہماری تائید واقرار اس عمل کو حاصل ہو تو وہ قطعی طور پر باطل ومردود اور نا قابل قبول عمل ہے۔ گویا وہ شرعی حکم وفیصلہ ہے ہی نہیں۔ لہذا اتباع وحی الٰہی (خواہ وہ بشکل قرآن مجید ہو یا بشکل سنت رسولؐ قولاً فعلاً اور اقراراً ہو) لازم وضروری ہے۔

**وحی کی دو قسمیں ہیں:** ایک وحی متلو (قرآن مجید) دوسرے وحی غیر متلو (اقوال، افعال اور اقرار رسول اللہؐ بشکل احادیث صحیحہ ثابتہ) ہے ان دونوں کو ساتھ ساتھ لازم پکڑ کر چلنا اخروی نجات کا ضامن ہے۔ رہا معاملہ ائمہ وفقہاء اور مجتہدین کے اقوال وآراء، قیاسات واجتہادات اور اجماع کا تو یہ نجات اخروی کے ضامن نہیں بن سکتے کیونکہ وحی الٰہی پر مبنی نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ سب کے سب محض ظنون ہی ہیں اور ظن کبھی بھی حق سے بے نیاز نہیں کرسکتا ہے اور نہ ہی وہ حق کا بدل ہوسکتا ہے کیونکہ وہ مبنی بر وحی الٰہی نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے (**ان الظن لا یغنی من الحق شیئا**) الآیہ یعنی بیشک ظن

( قیاسات، آراء اور اقوال الناس و اجماع ) حق سے ذرا بھی بے نیاز نہیں کر سکتے ہیں۔ پھر بھی لوگوں کا حال یہ ہے کہ ( ان یتبعون الا الظن و ان هم الا یخرصون ) الآیہ اس آیت کے مصداق ایک طرف لوگ آراء اقوال، قیاسات و اجتہادات اور اجماع کی پیروی میں اور اسکو حق باور کرانے میں لگے ہوئے ہیں اور اٹکل بازیاں کرتے ہیں تو دوسری طرف اللہ رب العالمین قرآن جو کہ کتاب ہدایت ہے میں جو کچھ ہے ( افلا یتدبرون القرآن ) الآیہ کے تحت اس کو جاننے سمجھنے اسمیں آیات ہدایت پر غور و فکر کرنیکی تلقین کرتا ہے۔ اور اللہ کا یہ دوٹوک فیصلہ ہے کہ ( الحق من ربک فلا تکونن من الممترین ) الآیہ یعنی حق وہی ہے جو اللہ رب العالمین کی جانب سے نازل شدہ یعنی بروحی الٰہی ہے پس اسکی جانب سے کسی قسم کے شکوک وشبہات کرنیوالا نہیں بن جانا چاہئے۔ لیکن افسوس صد افسوس اللہ ورسول کے ان صریح و واضح احکامات کا انکار کر کے یا بھلوا کر لوگ اٹکل بازیوں، آراء و اقوال، قیاسات و اجتہادات اور اجماع کو حق اور منزل من اللہ اور مبنی بروحی الٰہی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں حالانکہ یہ سب کے سب مبنی بر ظنون ہی ہیں جبکہ اصل ہدایت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ہی ہے۔

**اجماع کی شرعیت و حجیت** : اجماع کے تعلق سے علماء کے مختلف اور متضاد اقوال پائے جاتے ہیں کچھ لوگ اجماع کو مطلقاً حجت قرار دیتے ہیں۔ کچھ کا خیال یہ ہے کہ اجماع حجت ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ مشروط طور پر ہے۔ کچھ لوگ اس کو کلیتاً حجت نہیں مانتے۔ اس طریقہ سے حجیت اجماع فی نفسہ ایک مختلف فیہ چیز ہے اور ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اسی بناء پر امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ میں کسی مخالف کا علم نہ ہو اسے لوگ اجماع کہنے لگے ہیں اور اسے صحیح حدیث پر مقدم کر دیا کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ اسکے سخت مخالف تھے اسی لئے آپ نے اجماع کا دعویٰ کرنیوالے شخص کو بہت بڑا جھوٹا کہا ہے۔ اور ثابت حدیث پر اسکو مقدم کرنا ناجائز بتایا ہے۔ اسی طریقہ سے امام شافعیؒ نے بھی اپنے ”الرسالہ الجدیدہ“ میں اس بات کا انکار کیا ہے کہ جس مسئلہ میں کوئی مخالف معلوم نہ ہو اسے اجماع کہہ دیا جائے جیسا کہ انکے الفاظ ہیں کہ جس مسئلہ میں مخالف معلوم نہ ہو وہ اجماع نہیں ہے۔ امام احمدؒ سے مروی ہے کہ کسی مسئلہ میں کسی کا اجماع کا دعویٰ کرنا بالکل غلط ہے ایسا شخص جھوٹا ہے ہو سکتا ہے کہ اختلاف ہوا ہو اور اسے علم نہ ہو۔ اس تک خبر نہ پہنچی ہو ( اعلام الموقعین لابن القیم، دین محمدی محمد جونا گڑھی ج ا ص ۱۴ )

**یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ** : چنانچہ دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے کی مجوبیت کا مسئلہ بھی بعینہ یہی ہے کہ اسکو صحیح ٹھہرانے کیلئے اجماع کا سہارا لیا جاتا ہے جبکہ یہ مسئلہ کتاب وسنت کے منافی اور غیر اصولی ہے۔ یہ فریضہ الٰہی کا مسئلہ ہے جسکے بارے میں کسی نص صریح اور دلیل قاطع کا ہونا لازم

ہے کیونکہ یہ ایک یتیم کے حق اور وارث کے حصہ اور اولاد کا مسئلہ ہے اور بڑا ہی خطرناک ہے کہ اس سے آدمی جہنم کے دائمی عذاب کا مستحق بن سکتا ہے لیکن لوگ اسکو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے ہیں باوجودیکہ اللہ کا فرمان ہے (کلا بل لا تکرمون الیتیم) الآیہ یعنی تم لوگ یتیم کو کوئی مقام و مرتبہ، عزت و اہمیت ہی نہیں دیتے ہو اور (تاکلون التراث اکلا لما وتحبون المال حبا جما) الآیہ یعنی تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جانا چاہتے ہو اور مال و دولت سے انتہا درجہ کی محبت کرتے ہو۔ چنانچہ اسکا انجام یہ ہے کہ (ان الذین یأکلون اموال الیتامی ظلما انما یأکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیراً) الآیہ یعنی بیشک جو لوگ کہ یتیموں کا مال ظالمانہ طور پر کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں صرف جہنم کی آگ بھر رہے ہوتے ہیں۔ اور عنقریب جہنم میں پہنچائے جائیں گے۔

**میراث کو صحیح ڈھنگ سے تقسیم کرنا فرض ہے** : میراث کو صحیح ڈھنگ سے تقسیم کرنا اور ہر وارث کو اسکا حق و حصہ پورا پورا دینا واجب اور فرض ہے جس کو ادا کئے بغیر آخرت میں چھٹکارا ملنے والا نہیں ہے ورنہ بصورت دیگر آدمی جہنم کے دائمی عذاب کا مستحق ہوگا پس ضرورت اس بات کی ہے کہ میراث کی تقسیم اور ورثاء کی حصہ داری کو صحیح ڈھنگ سے جانا سمجھا جائے تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے اسلام نے تقسیم میراث کا ایک ایسا عادلانہ و منصفانہ نظام پیش کیا ہے جسکی کوئی نظیر پیش نہیں کیجا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کا نازل کردہ نظام ہے چنانچہ فرمان الٰہی ہے کہ ہم نے ہر شخص کے اس مال میں جو کہ وہ اپنی موت کے بعد بحیثیت والدین و قرابتدار چھوڑ جاتا ہے نیز آپسی عقد یمین کے تحت قائم رشتہ دار کے بھی وارث و حقدار اور حصہ دار متعین کردیئے ہیں پس جس کا جو بھی حق اور حصہ نکلتا ہے وہ اسے دیدو اور اللہ کو حاضر و ناظر جانو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر و گواہ ہوتا ہے۔ (النساء/۳۳)

**تقسیم میراث میں اولاد کو اولیت و مرکزیت حاصل ہے** : چنانچہ میت کے اولین وارث اسکی اولادیں ہیں، پھر والدین اور شوہر و بیوی پھر بھائی بہنیں ہیں انہیں خود اللہ نے متعین کئے ہیں۔ ان سب میں سب سے اہم وارث مذکر اولادیں ہیں پھر مونث اولادیں اس کے بعد والدین اور شوہر یا بیوی ہیں۔ مذکر اولادوں کو اسلام کے نظام تقسیم میراث میں مرکزی حیثیت حاصل ہے کیونکہ وہ اس شخص کی نسل کی بقاء کا ذریعہ ہیں جبکہ مونث اولادیں دوسروں کی اولاد و نسل کا ذریعہ بننے کیلئے پیدا کی گئی ہیں اسی لئے اللہ نے ان دونوں کا الگ الگ نام دیا ہے (نسبا و صھرا) الآیہ یعنی مذکر اولاد کے ذریعہ نسب و نسل کا رشتہ اور مونث اولاد کے ذریعہ صہر و دامادی کا رشتہ ہے حالانکہ دونوں رشتے اللہ کے ہی قائم کردہ ہیں اسی تناظر میں اللہ نے من حیث الاولاد بیٹے بیٹیوں کو یکساں مقام و مرتبہ عطا کیا ہے

البتہ من حیث الوارث دونوں میں تھوڑا سا فرق وامتیاز رکھا ہے۔ جو فطرت انسانی کے عین موافق اور عادلانہ ومنصفانہ ہے۔ پس ساری اولادوں کے حق میں یکساں طور پر حق وانصاف اور عدل ومساوات کا معاملہ کرنیکی وصیت کی اور مال کی تقسیم کا معیار متعین کیا کہ ایک مذکر کو دو مونث کے برابر حصہ دیا جائے۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین) الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ساری اولادوں کے بارے میں یہ وصیت اور تاکید کررہا ہے کہ تم انکے درمیان انصاف کرو تو جو مذکر ہوں ان کیلئے دو مونث کے حصہ کے مثل حصہ ہوگا۔

یہ ایک عام حکم ہے جسمیں انسان کی تمام اولادیں شامل ہیں خواہ وہ کسی طبقہ ودرجہ کی ہوں مونث ہوں کہ مذکر ہر ایک کے بارے میں اللہ کیجانب سے یہ تاکیدی حکم اور وصیت الٰہی ہے۔ اور اس حکم الٰہی کے بموجب تمام کے تمام بنیادی طور پر وارث اور اس حکم الٰہی ووصیت الٰہی کے مصداق ہیں۔ جن میں سے یتیم پوتا بھی ہے اور اسی حکم الٰہی کے بموجب اللہ کے رسولؐ نے یتیم پوتی کو بحیثیت ایک بیٹی کے اسکی پھوپھی کیساتھ بطور صاحب فرض وارث کے حصہ دیئے جانے کا فیصلہ دیا جو اس بات کا بین ثبوت ہیکہ درجۂ اولی وطبقۂ اولی کی اولاد کیساتھ درجۂ ثانیہ وطبقۂ ثانیہ کی وہ اولاد جسکے اوپر درجۂ اولی وطبقۂ اولی کا وارث موجود نہ ہو (جسکے توسط سے وہ میت کا وارث ہے) تو وہ بھی میراث میں حصہ پائے گا۔ بنابریں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چچا کے ہوتے ہوئے بھی ایک یتیم پوتا اپنے دادا کے ترکہ میں بحیثیت صاحب فرض وارث کے حصہ پانے کا مجاز ہے جو اللہ ورسول کے حکم اور فیصلہ نبوی کے عین مطابق ہے۔ اس سلسلہ میں چند نکات قابل غور ہیں جن پر اس مسئلہ کے تناظر میں سنجیدگی کیساتھ غور کیا جانا چاہیئے۔

۱۔ پہلا بنیادی نکتہ : **دادا کا ترکہ بھی والد کا ترکہ ھے** : یہ ہے کہ ترکہ صرف ایک قسم کا نہیں بلکہ اس کی دو قسمیں ہیں ایک ترکۂ والدین دوسرے ترکۂ اقرباء جیسا کہ صریحی فرمان الٰہی ہے (مما ترک الوالدان والاقربون) الآیہ یعنی ایک ترکہ وہ جو والدین کا چھوڑا ہوا ہو اور دوسرا وہ جو اقرباء کا چھوڑا ہوا ہو چونکہ دادا بھی والد ہے اس لئے اس کا ترکہ بھی والد کا ترجہ ہے اقرباء کا ترکہ نہیں ہے۔

۲۔ دوسرا بنیادی نکتہ : **دادا کے ترکہ میں اسکی جملہ اولادوں کا بشمول یتیم پوتے کے حق اور حصہ ھے** : ان ہر دو قسم کے ترکات کے مستحقین اولاد میں سے جو مرد ہوں وہ بھی اور جو عورتیں ہوں وہ بھی اسی طرح اقرباء میں سے جو مرد ہوں وہ بھی اور عورتوں میں سے بھی ان ہر دو قسم کے ترکات کے حقدار ہیں۔ اور ہر ایک کیلئے منجانب اللہ

ایک ایک حصہ مقرر ہے چنانچہ فرمان الٰہی ہے (للرجال نصیباً مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضاً) الآیہ یعنی والدین کے ترکہ میں وہ تمام مرد وعورت وارث ہیں جو انکی اولاد ہوں اور اقرباء کے ترکہ میں بھی مرد وعورت جو بھی ہوں ان کیلئے ایک متعینہ حصہ ہے خواہ اسمیں سے کم نکلے یا زیادہ بنے۔ ہر وارث کا حصہ اللہ کا فرض کیا ہوا ہے اور واجب الادا حصہ ہے۔

۳۔ تیسرا بنیادی نکتہ : **یتیم پوتا بھی بیٹا ہے اور اولاد میں سے ہے اقرباء میں سے نہیں ہے** : یہ ہیکہ وصیت الٰہی (یوصیکم اللہ فی اولادکم) کی فرضیت ایک عام، جامع وشامل حکم الٰہی ہے جو بیٹے پوتے پوتیاں، پڑپوتے، پڑپوتیاں وغیرہ نیز بیٹی، نواسے، نواسی وغیرہ سب کو شامل ہے اور سب کی جامع ہے لہٰذا سب کو حصہ دیا جانا واجب اور فرض ہے کیونکہ سبھی میت کی اولاد ہیں اور وہ ان سب کا والد ہے لہٰذا تمام اسکے وارث ہیں البتہ اسمیں کچھ بلاواسطہ اولاد ہیں جیسے بیٹے بیٹیاں اور کچھ بالواسطہ اولادیں ہیں جیسے پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں پڑپوتے پڑپوتیاں، پرنواسے پرنواسیاں وغیرہ چنانچہ اسمیں سے ان بالواسطہ اولادوں کو حصہ دیئے جانے میں انکے واسطوں کا لحاظ ہوگا جسکے توسط سے وہ میت کی اولاد اور نسل کا حصہ ہیں پس اگر میت کی کوئی بلاواسطہ اولاد نہ ہو تو اسکی جگہ انکی اولاد لینگی کیونکہ وہ انکے جانشیں، نائب اور وارث ہیں۔ جسطریقہ سے باپ کی جگہ دادا بطور والد وارث وحقدار ہوتا ہے نہ کہ چچا تائے وغیرہ ٹھیک اسی طریقہ سے بیٹے کی جگہ اسکے بیٹے بطور اولاد اپنے باپ کی جگہ لیں گے نہ کہ چچا تائے وغیرہ۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے (آباؤکم وابناؤکم لاتدرون ایھم اقرب......) یعنی آباء واجداد اور ابناء واحفاد کے درمیان کا معاملہ یکساں ہے پس اسمیں سے کسی کے درمیان قرب و بعد اور منفعت کی بناء پر کوئی بھی معاملہ کرنا صریحاً حکم الٰہی کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہوگی۔ جسکا ادراک انسان نہیں کرپائے گا پس باپ بیٹے، دادا پوتے کے درمیان کا معاملہ یکساں ہے۔ جسطریقہ سے دادا چچا اور تایا کے ہوتے ہوئے میت کا وارث ہوتا ہے اسی طریقہ سے یتیم پوتے اپنے چچا اور تایا کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہونگے اور ان دونوں کے درمیان فرق وتمیز منافی حکم الٰہی ہے جیسا کہ اللہ نے (یا بنی آدم) کہہ کر تمام انسانوں کو بلالحاظ مرد وزن اولاد آدم قرار دیا ہے ٹھیک اسی طریقہ سے (کما اخرج ابویکم من الجنۃ) الآیہ کہہ کر تمام انسانوں کے ماں باپ (حوا اور آدم) کو قرار دیا ہے۔ نیز (واتبعت ملۃ آبائی ابراھیم واسحاق ویعقوب) الآیہ کے ذریعہ یوسف کے باپ یعقوبؑ کو بھی باپ اور انکے دادا اسحاق کو بھی باپ اور پردادا ابراہیمؑ کو بھی باپ بتایا

اوراسکے برعکس ابراہیمؑ کے بیٹا اسحاق بھی بیٹا اور پوتا یعقوب بھی بیٹا اور پرپوتا یوسف بھی بیٹا ہوئے علاوہ ازیں ابراہیمؑ وسارہؓ کو جو اولاد کی خوشخبری دی گئی تو اسمیں واضح طور پر فرمادیا گیا ہے کہ (فبشرناھا باسحاق ومن وراء اسحاق یعقوب) الآیہ نیز (ووھبنا له اسحاق و یعقوب) الآیہ اور (یعقوب نافلة) یعنی ایک تو اسحاق کی خوشخبری اور اسحاق کے پیچھے پیدا ہونے والے یعقوب کی خوشخبری بایں طور دو بیٹوں کی بیک وقت خوشخبری اور نسلی اضافہ کی حین حیات ابراہیمؑ وسارہؓ کو بشارت دی گئی اور بیٹے پوتے دونوں کو بیٹا اور اولاد قرار دیا گیا۔ باوجودیکہ ابراہیمؑ کی ایک اولاد اور بیٹا اسماعیلؑ پہلے سے ہی موجود تھا اسطریقہ سے اللہ نے ابراہیمؑ کی نسل کے دو حصے متعین کر دیئے جن میں سے ایک کو بنو اسحاق اور دوسرے کو بنو اسماعیل کہا جاتا ہے۔ بایں طور آدمی کے جتنے بیٹے بیٹیاں ہوتے ہیں وہ سبھی علاحدہ مستقل نسل کی نمائندگی کرتے ہیں جنکے ذریعہ آدمی کی نسل کی بقاء اور تسلسل قائم ہوتا ہے بیٹے سے نسب کا سلسلہ چلتا ہے اور بیٹی سے صہر اور دامادی کا سلسلہ قائم ہوتا ہے اسکو اللہ نے یوں بیان کیا ہے (فجعله نسبا و صهرا) الآیہ یعنی ایک ہی نطفہ سے پیدا ہونے والے بیٹے بیٹیاں علاحدہ علاحدہ دو قسم کے رشتوں کے نمائندہ ہوتے ہیں اور ہر شخص ان دو بنیادوں کے توسط سے اپنے آباء واجداد اور اکابر سے خود کو جوڑتا اور فخر محسوس کرتا ہے چنانچہ اللہ کے رسول کا فرمان اسی کے مطابق ہے (أنا ابن عبد المطلب) الحدیث یعنی میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور یہی چیز یوسفؑ نے بھی بیان کی اور محمد رسول اللہؐ نے (ارموا یا بنی اسماعیل فان اباکم کان رامیا) الحدیث یعنی اے بنی اسماعیل تم خوب تیراندازی کرو کیونکہ تمہارے باپ اسماعیل زبردست تیرانداز تھے۔ علاوہ ازیں کسی شخص کے نواسے نواسیاں یعنی بیٹیوں کی اولادیں بھی اسکی اولاد، جزو ہوتی ہیں جیسا کہ فرمان رسولؐ ہے (ھذان ابنای) الحدیث یعنی یہ حسن اور حسین دونوں میرے بیٹے اور میری اولاد ہیں۔ پس بفرمان الٰہی وبتصریح نبوی کسی شخص کے بیٹے بیٹیاں ہوں کہ پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں وغیرہ ہوں سبھی اسکی اولاد میں سے ہی ہیں اور وہ ان سب کا والد و باپ ہے حتی کہ اسکے تایا چچا وغیرہ بھی باپ ہیں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے (آبائک ابراھیم واسماعیل واسحاق) البقرہ/۱۳۳۔ البتہ والد صرف وہی لوگ ہونگے جنکے درمیان نسلی تسلسل درجہ بدرجہ قائم ہو یعنی باپ پھر دادا پھر پردادا پھر اسکا باپ پھر دادا پھر پردادا اوپر تک بایں طور جو جسکا والد ہے تو وہ اسکی اولاد ہے۔ پس جہاں اللہ رب العالمین نے ترکہ والدین کا ذکر کیا ہے (مما ترک الوالدان) الآیہ وہیں اسکی تمام اولادوں کے حق میں اسکو انصاف کرنیکی وصیت کی ہے اور (للرجال نصیب ..... وللنساء نصیب .....) کے ذریعہ ہر اولاد خواہ مذکر ہو کہ مونث اسکا حصہ مقرر کر کے اسکو فریضۂ الٰہی قرار دیا

ہے۔اور فرمایا(یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ) الآیہ اسطرح اللہ نے خود ہی اولاد میں سے جو بھی مرد وعورت ہوں انکے حق میں انصاف کئے جانے کی تلقین ووصیت کر کے اپنے بندوں کو یہ بتادیا ہے کہ تمہیں کسی قسم کی وصیت اپنی کسی اولاد کے حق میں کرنے کی جرأت نہیں کرنی چاہئے ورنہ ایسا کرنا اللہ کا مقابل بننا ہوگا اور اسی کو اللہ کے رسولؐ نے بھی واضح طور پر بیان کردیا ہے کہ اللہ نے ہر وارث کا حق اور حصہ متعین کر کے بتادیا ہے اور دیدیا ہے(فلا وصیة لــوارث )پس کسی وارث کیلئے وصیت کرنے کی جرأت سے باز رہنا چاہئے۔ورنہ بصورت دیگر عذاب جہنم دائمی کا سامنا کرنے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ان صریحی احکامات الٰہیہ وفرامین رسول کے ہوتے کسی دادا کا اپنے پوتے کے حق میں خواہ وہ یتیم ہو کہ غیر یتیم وصیت کرنا باطل ومردود اور حرام اور ایسی جرأت کرنا اللہ کا مقابل بننا ہے کیونکہ یہ اللہ کی حدود کو توڑنا اور اللہ ورسول کی صریحی نافرمانی ہے اور اللہ کا صریحی فرمان ہے( فریضة من اللہ ) الآیہ یعنی باپ /دادا/ پردادا وغیرہ اوپر تک درجہ بدرجہ صاحب فرض وارث ہیں اور بیٹے پوتے پڑپوتے درجہ بدرجہ نیچے تک صاحب فرض وارث ہیں جن تک فریضۂ الٰہی کو پہنچانا مذہبی فریضہ ہے۔

**۴۔ چوتھا بنیادی نکتہ : یتیم پوتا صرف اپنے باپ کے ہوتے ہی محجوب ہوگا چچا کے ہوتے محجوب نہیں ہوگا :**

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا آباء واجداد ابناء واحفاد جب صاحب فرض وارث ہیں تو آخر بیک وقت انہیں دیا جائیگا یا آخر ان تک حصہ کیسے پہنچایا جائے؟ تو اس سوال کا جواب بھی قرآن و حدیث میں موجود ہے اور ایک بہترین حل ہے چنانچہ اللہ کا فرمان ہے( فبشرناها باسحاق ومن وراء اسحاق یعقوب )الآیہ( آبائی ابراھیم واسحاق و یعقوب )الآیہ جس سے ایک خاص روشنی ہمیں ملتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اسمیں درجہ بدرجہ واسطوں کا لحاظ کیا جائیگا۔جب واسطہ موجود ہوگا تو اسکا بالواسطہ پیچھے چلا جائیگا، چھپ جائیگا جیسا کہ اللہ نے فرمایا(من وراء اسحاق یعقوب)الآیہ یعنی یعقوب اسحاق کے توسط سے پیدا ہوگا اور وہ اسکے پیچھے ابراہیم کی نسل کی بقا کا ذریعہ ہوگا باوجودیکہ اسماعیل موجود ہے پھر بھی اسحاق کے توسط سے یعقوب ابراہیم کا بیٹا اور اسکی ایک علاحدہ نسل کا نمائندہ ہوگا۔بایں طور ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے بیچ اسحاق اپنے بیٹے یعقوب کیلئے بھی حاجب ہے اور اپنے باپ ابراہیم کیلئے بھی حاجب ہے کیونکہ جب اسحاق موجود ہوگا تو اسکے ایک جانب ابراہیم ہوگا اور دوسری جانب یعقوب ہوگا اور درمیانی واسطہ اسحاق ہوگا جو دونوں کے آڑے آئیگا اور دونوں(من وراء اسحاق ) کے بموجب آڑ و پردے میں ہونگے۔پس ابراہیم ویعقوب

کے بیچ اسحاق ہی دخیل و واسطہ ہے۔ اسماعیل جو کہ یعقوب کے چچا (بڑے چچا وتایا) ہیں انکا ابراہیم و یعقوب کے درمیان نسلی تسلسل میں کوئی دخل نہیں ہے اسلئے اسماعیل ابراہیم اور یعقوب کے درمیان حائل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ یعقوب کا واسطہ نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہیکہ یوسفؑ نے یعقوب ،اسحاق اور ابراہیمؑ کو درجہ بدرجہ باپ اور والد کہا ہے۔ پس کسی اولاد کا اسکے آباء واجداد سے نسلی ربط انکے واسطوں سے ہی قائم ہے جسمیں انکے چچا، تایا وغیرہ کا کوئی دخل نہیں۔ اسی تناظر میں حجب کا یہ اصول بھی مرتب کیا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو کہ دوسرے شخص کے توسط سے وارث ہے اسکے ہوتے وہ محجوب اور (مــن وراء ) ہوگا اور جب وہ نہیں رہے گا تو وارث ہوگا۔ جیسے بیٹا اپنے باپ کے ہوتے اپنے دادا پردادا وغیرہ کے مال میں اور دادا اپنے بیٹے کے ہوتے اپنے پوتے کے مال میں جو بیٹا اس پوتے کا باپ ہے وارث وحصہ دار نہیں ہوگا۔ اسی کے بموجب فرمان زید بن ثابتؓ بھی ہے کہ ( لا یرث ولـد الابـن مع الابن) یعنی بیٹے کے ہوتے ہوئے اسکے ساتھ اسکی اولاد میراث میں سے حصہ نہیں پائیگی بنابریں باپ کے ہوتے ہوئے دادا پردادا وغیرہ حصہ نہیں پائینگے۔ اور جب یہ نہیں ہونگے تو بیٹے کا بیٹا بمنزلہ اس بیٹے کے ہوگا اور دادا بمنزلہ باپ کے ہوگا۔ اسی بناء پر امام بخاری نے بخاری شریف میں یتیم پوتے اور یتیم پوتی کے حق وراثت کے اثبات کیلئے علاحدہ علاحدہ باب بھی باندھا ہے کیونکہ انکا استدلال وفتویٰ ہے کہ (أن ابـن الابـن یـحوز المال اذا لم یکن دونہ ابن ) یعنی جب میت کا نیچے کا بیٹا نہ ہو تو اسکے اس بیٹے کا بیٹا اسکے ترکہ کے مال میں سے حصہ پائیگا۔ اسی طریقہ سے (أن الـجد یرث جمیع المال اذا لم یکن دونہ اب ) یعنی بعینہ باپ کی عدم موجودگی میں دادا میت کا تمام مال پائے گا جب میت صاحب اولاد نہ ہو اور دادا کے علاوہ دوسرا اور کوئی وارث بھی نہ ہو (فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۴) یہی استدلال وفتوی حضرت عبداللہ بن عباس کا بھی تھا ( أن ابـن الابـن لـمـا کـان کـالابن عند عدم الابن کـان ابـو الاب عـنـد عدم الاب کالأب ) (//) یعنی جب بیٹے کا بیٹا اس بیٹے کی عدم موجودگی میں اس بیٹے کی طرح ہے تو دادا بھی باپ کی عدم موجودگی میں باپ کیطرح ہی ہوگا۔ الحاصل دادا اور یتیم پوتے کا معاملہ بالکل ایک جیسا ہے اور اسی تناظر میں اسکو دیکھا جانا بھی چاہئے کیونکہ فرمان الٰہی ہے (آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا فریضۃ من اللّٰہ) الآیہ

**۵۔ پانچواں بنیادی نکتہ : اللّٰہ کے رسولؐ نے یتیم پوتی کو بحیثیت صاحب فرض وارث اور ایک بیٹی کی طرح ھی اس کی پھوپھی کیساتھ اسکے دادا کے ترکہ میں حصہ دینے**

## کا فیصلہ دیا پس یتیم پوتا اس سے بدرجۂ اولیٰ اپنے دادا کے ترکہ میں حصہ دار ہوگا :

کیا طبقہ اولی (بیٹے بیٹی) کے ہوتے ہوئے طبقہ ثانیہ کی اولاد (پوتے پوتی، نواسے نواسی) جو کہ طبقہ اولی کی موجودہ اولاد کے علاوہ دوسرے بیٹے بیٹیوں کی اولاد ہوں کا وارث وحصہ دار ہونا ممنوع وحرام اور غیر شرعی فعل ہے؟۔

اس سوال کا جواب اللہ کے رسول کا وہ فیصلہ ہے جو آپؐ نے یتیم پوتی کو اسکے دادا کی میراث وترکہ کے مال میں بحیثیت ایک بیٹی کے بطور صاحب فرض حصہ دیئے جانیکا فیصلہ دیکر یہ بتادیا ہے کہ جو بیٹا یا بیٹی نہ ہو اسکی جگہ اس بیٹے یا بیٹی کی اولاد بطور صاحب فرض مستحق ترکہ ہونگے اور حصہ پائیں گے کیونکہ فرمان الٰہی ہے (**للرجال نصیب** ...... **وللنساء نصیب مما ترک الوالدان**) الآیہ اور (**یوصیکم اللہ فی اولادکم**)، (**فریضۃ من اللہ**) یعنی والدین کے ترکہ میں اسکی ساری اولادوں کیلئے خواہ وہ مرد ہوں کہ عورتیں علاحدہ علاحدہ ایک ایک حصہ منجانب اللہ مقرر شدہ ہے جسکی وصیت اللہ نے کی ہے جو اسکا فریضہ ہے (**فآتوھم نصیبھم**) الآیہ یعنی پس انہیں انکا حصہ دیدو ۔یہ اس حکم الٰہی کے عین مطابق ہے کہ (**للنساء نصیب مما ترک الوالدین**) جو بھی ترکہ والدین ہو (خواہ باپ کا یا دادا کا) ان سب میں عورتوں کیلئے بھی اسی طریقہ سے حصہ ہے جیسے مردوں کیلئے حصہ ہے جب اللہ کے رسولؐ نے یتیم پوتی کو اسکی پھوپھی کیساتھ اسکے دادا کے ترکہ میں بحیثیت ایک صاحب فرض بیٹی کے حصہ دیئے جانیکا فیصلہ دیا ہے تو پھر یتیم پوتے کو اسکے چچا کیساتھ بحیثیت صاحب فرض بیٹے کے حصہ دیئے جانے میں کونسی چیز مانع ہے؟ یہی چیز قابل غور اور اس مسئلہ کا بنیادی حل طلب نکتہ ہے۔ کیا دادا اس یتیم پوتے کا والد نہیں؟ کیا دادا اس یتیم پوتے کا وارث نہیں ہے؟۔ کیا اللہ کے رسول نے دادا کے ترکہ میں اس یتیم پوتے کو حصہ دینے سے روکا و منع کیا ہے یا ایسا کوئی عمل کیا ہے جس سے اسکی ممانعت ظاہر ہوتی ہے۔ یا کسی صحابی رسول کیجانب سے ایسا عمل ہوا ہے اور آپؐ نے اسکی تائید وحمایت کی ہے؟ اسکا جواب یہ ہیکہ ایسا کچھ بھی ثابت نہیں اور نہ ہی اسکا جواز نکلتا ہے جب اللہ کے رسول کا فیصلہ موجود اور ثابت ہے تو کسی مومن کیلئے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان موجود ہے (**اذا قضی اللہ ورسولہ امرا أن یکون لھم الخیرۃ من امرھم**) الآیہ یعنی جب اللہ ورسول کسی معاملہ کا فیصلہ کردیں تو پھر کسی کو اسمیں اختیار وانکار کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ وہ اسکو اپنائے یا رد کردے بلکہ لازمی طور پر اسکی بھلائی اسی میں ہیکہ وہ من وعن اسکو مان لے۔ رہا مسئلہ لوگوں کی رائے، قیاس، اجتہاد واجماع کا تو بقول امام ابن حزم (**لا حجۃ فی احد دون رسول اللہؐ**)،

(ليس الرای حجة )(المحلی ج۱۰ص۱۵۲،۱۵۳) یعنی اللہ کے رسولؐ کے علاوہ کسی کے قول وفعل رائے وقیاس، اجتہاد واجماع میں کوئی دلیل وحجت نہیں ہے اور نہ ہی اس جیسی چیزیں حجت ودلیل بن سکتی ہیں۔ جسطریقہ سے یتیم پوتی کو اللہ کے رسولؐ نے صاحب فرض وارث اور بیٹی واولاد مان کر اسکی پھوپھی کیساتھ حصہ دیا ہے ٹھیک اسی طریقہ سے یتیم پوتا بھی اس فیصلہ نبوی کے بموجب صاحب فرض وارث اور بیٹا واولاد ہے اور اپنے چچا کے ہوتے ہوئے اپنے دادا کے ترکہ میں حصہ دار ہوگا۔ اسکے بالمقابل کسی کا قول وفعل، رائے وقیاس اجماع واجتہاد نا قابل قبول اور مردود وباطل ہے خواہ وہ امام ابن حزم کا ''اجماع متیقن'' کا دعویٰ ہی کیوں نہ ہو یا امام نووی، امام ابن حجر عسقلانی، امام مالک وغیرہ کا دعویٰ اجماع ہو سب باطل ومردود ہیں کیونکہ اللہ کے رسول کا واضح فرمان ہے ''من عمل عملا ليس عليه امرنا فهو رد'' رواہ مسلم یعنی جب ہم نے کسی کام کے کرنیکا حکم ہی نہیں دیا اور نہ ہی ہماری تائید ہی اسکو حاصل ہے تو اگر کوئی وہ کام کرتا ہے تو وہ باطل ومردود ہوگا کیونکہ وہ خلاف کتاب وسنت ہوگا۔

**۶۔ چھٹا بنیادی نکتہ : اللہ تعالیٰ نے خود ہی یتیم پوتے کے حق میں وصیت کردی ہے جس کے بعد کسی وصیت واجبہ کی قطعی کوئی گنجائش اور ضرورت نہیں :**

جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی ورثاء اور انکے حقوق وحصے اور انکی مقدار طے کردی ہے تو پھر اسمیں کسی کلام کی گنجائش اور کسی کو کچھ کہنے کا حق ہی حاصل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اسکا مجاز ہے اسی لئے اللہ نے اپنے نبی کو فتویٰ دینے سے باز رکھا ہے چنانچہ فرمایا'' کہ لوگ تم سے فتوی پوچھ رہے ہیں ان سے کہدو کہ ( يستفتونك قل الله يفتيكم ) الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ خود ہی تمہیں فرائض، حقوق الوارثین اور احکام میراث سے متعلق فتویٰ دے رہا ہے۔ یہی وجہ ہیکہ فرائض، حقوق الوارثین سے متعلق بہت ہی محدود بلکہ چند ایک حدیثیں ملتی ہیں جسمیں اس بات کی تلقین کی گئی ہیکہ اللہ کی کتاب قرآن مجید کو لازم پکڑ کر میراث کی تقسیم کیجائے اور جس ترتیب اور حساب سے اللہ نے وارث بنایا ہے اسی کے مطابق ترکہ کو بانٹا جائے اور الگ کرکے ہر ایک وارث کو جو کہ فریضۂ الٰہی کے مستحق ہوں انہیں انکا حصہ انکے حوالے کردیا جائے چنانچہ فرمان الٰہی (فآتوهم نصيبهم ) الآیہ کے بموجب فرمان رسول ہے (الحقوا الفرائض باهلها ) بخاری ومسلم وغیرہ یعنی اللہ کے متعین کردہ ورثاء جو کہ اہل فرائض ہیں انہیں انکے حصے دیدو نیز فرمان نبوی ہے (اقسموا المال بين اهل الفرائض على كتاب الله ) یعنی مال متروکہ (میراث وترکہ کے مال) کو کتاب اللہ قرآن مجید کی بنیاد پر انمیں مذکور مستحقین ترکہ جو کہ صاحب فرض وارث ہیں کے درمیان تقسیم کردو۔

(رواہ مسلم) البتہ بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مستحقین ترکہ کو دیدینے کے بعد بھی ترکہ و میراث کے مال میں سے کچھ حصے باقی بچ رہتے ہیں تو اسکے بارے میں سوال پیدا ہوتا ہے اسکا کیا کیا جائے جیسے تین بیٹیاں، ماں اور بیوی ہوں تو کل ترکہ کے چوبیس حصے ہونگے جس میں سے دو تہائی (۱۶) حصہ تینوں بیٹیوں کا اور چھٹا (۴) حصہ ماں کا اور آٹھواں (۳) حصہ بیوی کا بنتا ہے جنکا مجموعہ (۲۳) آتا ہے جبکہ ایک حصہ باقی بچ رہتا ہے تو ایسی صورت میں فرمان رسول ہیکہ (فما ابقت الفرائض او فما بقی فھو لأولی رجل ذکر) بخاری و مسلم وغیرہ۔ یعنی جو میت کا سب سے قریبی ہو اور مرد ہو تو وہ باقی بچا ہوا حصہ اس مرد کو دیدو جیسے چچا یا چچا زاد وغیرہ۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ فقہی دین و مذہب اور اسکی من گھڑت اصطلاحات نے اسلام کے اس مقدس، عادلانہ و منصفانہ نظام تقسیم میراث کو کچھ کا کچھ بنادیا ہے۔ اور لوگوں نے اسی کو دین و شریعت اور قوانین اسلامی مان لیا ہے جنکے بارے میں یہ فیصلہ الٰہی ہے (ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون) الآیہ یعنی لوگ آراء و قیاسات اقوال الناس واجتہادات فقہاء کے پیچھے لگے ہوئے ہیں جبکہ یہ سبھی مبنی بر ظنون ہی ہیں اور یہ انکی اٹکل بازیاں ہی ہیں نہ کہ وحی الٰہی ہے جبکہ حق صرف وہی ہے جو منجانب اللہ ہو جیسا کہ فرمان الٰہی (الحق من ربک فلا تکونن من الممترین) الآیہ یعنی حق وہی ہے جو تمہارے رب کیجانب سے نازل شدہ ہے (خواہ وہ وحی متلو کتاب اللہ قرآن مجید کی شکل میں ہو یا وحی غیر متلو سنت رسول اللہ بشکل احادیث رسول اللہ صحیحہ ثابت ہو) پس تم ان دونوں کے بارے میں کسی قسم کے شکوک و شبہات کرنیوالے نہ بن جاؤ۔

یہی وجہ ہیکہ حضرت عمر فاروقؓ کا کہنا ہیکہ (السنة ماسنه الله ورسوله فلا تجعلوا خطأ الرأى سنة للأمة) (تاریخ التشریع اسلامی) یعنی سنت، دین و شریعت اور اسلام وہی ہے جو اللہ و رسول کا متعین کردہ منجانب اللہ ہے اور مبنی بر وحی الٰہی ہے پس تم کسی شخص کی غلط رائے و قیاس، قول و اجتہاد او مبنی بر غلط اجماع کو امت اسلامیہ کیلئے دین و شریعت اور اسلامی قانون نہ بناڈالو۔

درحقیقت یہ ساری چیزیں مبنی بر ظنون ہیں اور وحی الٰہی کا درجہ انہیں حاصل نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر فاروقؓ کا ایک مجلس کی تین طلاقوں کے سلسلہ میں اجتہاد و قیاس اور رائے و فرمان خلافت فاسد وغیر فطری ثابت ہوا جس پر انہیں آخر وقت میں ندامت بھی ہوئی۔ بعینہ یہی معاملہ یتیم پوتے کی مجوبیت کا بھی ہے جو غیر فطری، غیر شرعی، غیر منصفانہ وغیر عادلانہ فیصلہ ہے جسکو بعد کے لوگوں نے اجماع امت، تعامل امت وغیرہ کے نام دے لئے ہیں جنکے بارے میں یہ فرمان الٰہی صادق آرہا ہے (ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و آباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاء ھم من ربھم الھدیٰ) سورہ النجم/۲۳

یعنی کہ یہ سب نام تو تمہارے باپ داداؤں نے دے لیا ہے جسکے بارے میں اللہ کیجانب سے کوئی دلیل نہیں نازل کی گئی ہے یہ تو لوگوں کا ظن ہے اور یہ انکی اٹکلیں ہیں جو ان کی خواہش نفس کے مطابق اور من موافق ہے حالانکہ ان کے رب کی جانب سے سراپا ہدایت (قرآن وسنت) موجود ہے۔

## دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے کو محجوب قرار دینے جانے کے سلسلے میں غلطی کب، کہاں اور کیسے ہوئی؟

یتیم پوتے کو محجوب کرنا ایک فکری اور اجتہادی فقہی غلطی ہے! اسکی بنیاد صرف اس مفروضہ پر ہیکہ چونکہ بیٹا بمقابلہ یتیم پوتے کے میت کا زیادہ قریبی اور اولی ہے اسلیئے بیٹا ہی وارث ہوگا اور یتیم پوتا لازما محجوب ومحروم الارث ہوگا۔ اس مفروضہ کی بنیاد پر یتیم پوتے کو محجوب قرار دیا جاتا ہے جسکا تصور عہد نبوی، عہد صحابہ وتابعین میں نہیں پایا جاتا تھا اور نہ ہی کوئی ادنی سا ثبوت اس بارے میں ملتا ہے البتہ بعد کے لوگوں نے اسکو اجماع، اجماع متیقن قرار دیدیا جسکے بعد تقلیدی ذہنیت کے حامل اکابر پرست حضرات نے اسکو ایک محکم شرعی مسئلہ بناڈالا حالانکہ یہ مسئلہ شرعا واصولا دونوں اعتبار سے غلط اور بے بنیاد ہے اور اللہ ورسول کے صریحی احکام وفرامین کی خلاف ورزی ہے اور (اعدلوا بین ابنائکم، اتقوا اللہ فی اولادکم) کے فرمان نبوی اور (یوصیکم اللہ فی اولادکم) الآیہ کے فرمان الہی کی صریحی نفی اور انکار ہے۔ اور یہ سراپا ظلم اور ناانصافی ہے۔

## چند قابل غور نکات اور اغلاط کی نشاندھی :

ا۔ پہلی بنیادی غلطی : دادا کو والد اور یتیم پوتے کو اسکی اولاد نہ ماننا بلکہ اسکے بجائے یتیم پوتے کو دادا کا قریبی بتانا اور الاقربون میں لفظ اقرب سے استدلال کرنا اور الاقرب فالاقرب کے فقہی اصول کے تحت بیٹے کو اقرب اور یتیم پوتے کو ابعد قرار دینا جبکہ اللہ کا صریحی فرمان موجود ہے (للرجال نصیب مما ترک الوالدان) الآیہ یعنی والدین میں سے جو بھی وفات پاجائیں اور انکی اولاد میں جو بھی مرد وعورت ہوں ان سب کیلئے اس ترکۂ والدین کے اندر ایک متعینہ حصہ ہے اسی کے تحت اللہ کے رسولؐ نے یتیم پوتی کو اسکی پھوپھی کیساتھ بطور صاحب فرض بیٹی کے حصہ دیا ہے۔

۲۔ دوسری بنیادی غلطی : یتیم پوتے کو اسکے چچا وتائے کے ہوتے وصیت الہی (یوصیکم اللہ فی اولادکم) سے خارج کرنا جبکہ اللہ نے ابراہیم کے پوتے یعقوب کو انکے چچا (بڑے چچا، تایا) اسماعیلؑ کے ہوتے اولاد و بیٹا قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا (ووھبنا لہ اسحاق ویعقوب) الآیہ اور اللہ کے رسول نے یتیم پوتی کو اولاد و بیٹی مان کر اسکی پھوپھی کیساتھ

بحیثیت صاحب فرض وارث اور بطور اولاد کے حصہ دیا ہے۔

۳۔ **تیسری بنیادی غلطی** : جو سب سے اہم اور فاش غلطی ہے بلکہ سارے فساد کی جڑ ہے وہ بیٹے پوتے پڑپوتے وغیرہ کو عصبہ قرار دینا اور بیٹے پوتے کے درمیان الاقرب فالاقرب کا اصول اپنانا جو صریحی طور پر اللہ ورسول کے صریح حکم و فیصلہ کیخلاف ہے پس باطل و مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (**آبائکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا فریضۃ من اللہ**) الآیہ یعنی باپ، دادا پردادا وغیرہ اسی طریقہ سے بیٹے پوتے پڑپوتے وغیرہ سبھی صاحب فرض وارث اور فریضۂ الٰہی کے مستحق ہیں پس اس میں قرب وبعد کی بناء پر فرق وتمیز نہیں ہونی چاہئے کیونکہ کوئی نہیں جان سکتا ہیکہ انمیں کا کون قریبی اور کون دور والا ہے کس سے نفع حاصل ہوگا اور کس سے نہیں پس بیٹے، یتیم پوتے کے درمیان قرب وبعد کی بنیاد پر اور دادا اور اسکے یتیم پوتے کے درمیان چچا کو دخیل وحاجب مان کر حکم لگانا، فتویٰ دینا خلاف حکم الٰہی، باطل ومردود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے (**فریضۃ من اللہ**) اور (**نصیبا مفروضا**) اور اللہ کے رسول کا فرمان اور فیصلہ ہے (**بأن میراثھا لبنیھا و زوجھا وان العقل علی عصبتھا**) (صحیح بخاری) کہ بیٹے پوتے پڑپوتے وغیرہ اسی طریقہ سے صاحب فرض وارث ہیں جیسے شوہر ہے اور عصبات انکے علاوہ لوگ ہیں پس بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ سبھی صاحب فرض وارث ہیں عصبات نہیں ہیں اس پر اللہ ورسول کا صریحی فرمان وفیصلہ موجود ہے جو نص صریحی وحجت قاطع ہے جسکے بالمقابل کسی کا قول وقیاس، رائے واجتہاد حجت نہیں ہوسکتا ہے۔

۴۔ **چوتھی غلطی** : بیٹے، پوتے، پڑپوتے وغیرہ کو عصبہ قرار دینے کے بعد الاقرب فالاقرب کا اصول نافذ کر کے بیٹے کو قریبی مان کر یتیم پوتے کو کسی بھی بیٹے کے ہوتے ہوئے محجوب قرار دینا جبکہ دونوں علاحدہ علاحدہ میت کی اولاد اور دو علاحدہ علاحدہ نسل کی نمائندگی کرتے ہیں جسطریقہ سے دادا اپنے موجودہ بیٹے کا براہ راست وارث اور اسکے ترکہ میں حصہ دار ہے بعینہ اسی طریقہ سے وہ اپنے یتیم پوتے کا بھی براہ راست وارث اور اسکے ترکہ میں حصہ دار ہے پس جسطریقہ سے میت کا موجودہ بیٹا وارث اور اسکے ترکہ میں حصہ دار ہے ٹھیک اسی طریقہ سے بیٹے کا بیٹا (یتیم پوتا) بھی اسکے ترکہ میں حصہ دار اور اسکا وارث ہے۔ حجب کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ (**من لا یرث لا یحجب**) یعنی جو شخص جسکا وارث نہ ہو وہ اسکا حاجب بھی نہیں ہوگا۔ اس اصول کے تحت بھی چچا اپنے یتیم بھتیجے کیلئے اسکے دادا کے ترکہ میں اصولی طور پر بھی حاجب نہیں ہوسکتا کیونکہ چچا کے مال وترکہ میں سے اسکے یتیم بھتیجے کو کچھ بھی ملنے والا نہیں ہے بلکہ کل کا کل

مال اسکے چچا کی اولادوں کا ہوگا پس چچا کیوجہ سے یتیم بھتیجے کو اسکے دادا کے ترکہ میں محجوب قرار دینا شرعا واصولا غلط اور باطل ہے اس سے (تعدی علی حدوداللہ) لازم آتا ہے کیونکہ احکام میراث، حقوق الوارثین وغیرہ کو اللہ تعالی نے (تلک حدود اللہ) الآیہ یعنی یہ سبھی اللہ کی حدود ہیں قرار دے رکھا ہے۔ جس سے تجاوز کا انجام (ومن یعص اللہ و رسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین) النساء ۱۴/۴ دائمی جہنم اور ذلت ورسوائی کا عذاب ہوگا۔

**خلاصۃ البحث** : الحاصل یتیم پوتا اپنے دادا کی اولاد اور اسکا دادا اسکا والد ہے جسکے ترکہ میں اسکی حصہ داری کتاب وسنت سے اور آیت قرآنی وصحیح وصریح احادیث نبویہ سے ثابت ومسلم ہے جسکا انکار کوئی صاحب ایمان، متقی وپرہیزگار اور خوف الہی وخوف آخرت رکھنے والا شخص ہرگز ہرگز نہیں کرسکتا۔ اور جو شخص انکار کرتا ہے اسکا دین وایمان اور عقیدہ مشکوک ہے اسلئے کہ وہ اللہ ورسول کے صریحی احکام وفرامین کا منکر ہے کیونکہ یتیم پوتا بفرمان الہی وبفیصلۂ نبوی صاحب فرض وارث اور مستحق ترکہ ہے نہ کہ عصبہ ہیکہ اس پر "الاقرب فالاقرب" کا فقہی اصول نافذ کرکے محجوب ومحروم الارث قرار دیا جائے بلکہ صریحی طور پر اس یتیم پر ظلم اسکی حق تلفی اور اسکے ساتھ ناانصافی ہے اور حکم الہی کی کھلم کھلا مخالفت اور اس فرمان الہی کا مصداق ہے (والذین سعوا فی آیاتنا معاجزین اولئک اصحاب الجحیم) الآیہ یعنی جو لوگ ہماری آیتوں، احکام وفرامین کو نیچا دکھانے اور اسمیں خلل ثابت کرنے میں کوشاں اور اللہ کو ظالم ٹھہرانے پر تلے ہوئے ہیں وہ جہنمی ہیں۔ جب اللہ نے خود ہی اولاد کے حق میں ایک مستقل وصیت (یوصیکم اللہ فی اولادکم) الآیہ کررکھی ہے تو اس سے انکار کرکے اپنے طور پر دادا کو اسکے یتیم پوتے کے حق میں وصیت کرجانے کی تلقین وہدایت کرنے والے لوگ اور اسکو واجب قرار دینے والے لوگ اللہ رب العالمین کا مقابل بننے کے کوشاں ہیں جو شیطانی عمل اور طریقۂ ابلیس لعین ہے اور صریحی طور پر اللہ کے اوپر افتراپردازی اور جھوٹا بہتان باندھنا ہے شاید ایسے ہی موقع سے متعلق اللہ کا یہ فرمان (انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب وکفی بہ اثما مبینا) الآیہ (ثم انظر انی یوفکون) الآیہ یعنی دیکھو تو سہی کہ کیسے لوگ اللہ کے اوپر جھوٹی باتیں گھڑتے ہیں اور افتراء پردازی کرتے ہیں اور یہی گناہ ان کے حق میں کافی ہے پھر دیکھو تو سہی کہ وہ کیسی بہکی بہکی باتیں کررہے ہیں اور کہاں کہاں بھٹک رہے ہیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی یتیم پوتے کو یتیم بنا کر بھول گیا تو کبھی کہتے ہیں کہ اسکا حق متعین کرنا اسے یاد نہ رہا، کبھی کہتے ہیں کہ وہ ضیاع ہے اسکا کوئی حق اسکے دادا کے ترکہ ومال میں نہیں بنتا ہے کبھی کہتے ہیں کہ اللہ نے اسکا حق رکھا ہی نہیں ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ اگر یہ ظلم ہے تو اللہ اور اسکے رسول جانیں۔ نہیں نہیں یہ خود ہی ظالم اور بے ایمان ہیں اللہ نے تو یہ کہا ہیکہ (وہ

سارے لوگ ان یتیم اولادوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں جو صاحب اولاد ہوں اور اپنی اولاد کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں گویا کہ یہ انکی اپنی اولادیں ہیں پھر اللہ کا خوف رکھ کر آخرت کی ڈر کر کے حق اور انصاف پرمبنی سچی، درست بات کہیں۔ (سورہ نساء/۹) اور ایسی بات کہنے سے پرہیز کریں جس پر اللہ ورسول کیجانب سے کوئی دلیل وحجت وبرہان موجود نہیں ہے کیونکہ (ماانزل اللہ بھا من سلطان ان یتبعون الاالظن وما تھوی الانفس ولقد جاء ھم من ربھم الھدی) الآیہ یعنی جس چیز کے بارے میں اللہ کیجانب سے کوئی نازل شدہ دلیل نہیں ہے تو وہ محض لوگوں کا اتباع ظن اور خواہش نفس کی پیروی ہے جبکہ انکے پاس انکے رب کیجانب سے آئی ہوئی ہدایات وتعلیمات (کتاب وسنت جو بشکل قرآن وحدیث نبوی صحیح) موجود ہے لہٰذا کتاب وسنت، قرآن وحدیث کی صریحی تعلیمات وہدایات کے ہوتے ہوئے فقہ وفتاویٰ کی بنیاد پر فرائض اور حقوق الوارثین کے تعلق سے کوئی فیصلہ لینا اور حکم لگانا اللہ کے او پر افتراء پردازی ہے اور سنگین جرم ہے (اعاذنا اللہ من ذلک)

**ایک چیلنج** : کتاب وسنت کے ان واضح احکام وفرامین کے باوجود اگر کوئی شخص متبع کتاب وسنت ہونیکا دعویدار ہے اور یتیم پوتے کی مجوبیت کو شرعی ومحکم اور مبنی بر کتاب وسنت مسئلہ سمجھتا ہے تو اسکو یہ چیلنج ہیکہ وہ کوئی ایسی صحیح حدیث رسول کو پیش کرے جسمیں اس بات کی صراحت کی گئی ہو کہ دادا کے ترکہ میں یتیم پوتا اپنے چچا کے ہوتے ہوئے وارث وحصہ دار نہیں ہوسکتا یا اللہ کے رسول کا کوئی ایسا عمل کہ آپؐ نے کسی یتیم پوتے کو اسکے چچا کے ہوتے اسکے دادا کے ترکہ سے محروم کیا یا کئے جانیکا فیصلہ دیا یا حکم کیا ہو یا کسی صحابی رسول نے ایسا کوئی عمل کیا ہو جسکی تائید اللہ کے رسولؐ نے کی ہو (فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ) الآیہ

آخر میں اللہ رب العالمین سے دعا ہیکہ وہ ہم سب کو اپنے دین اسلام کو اسکے اصل مآخذ ومصدر قرآن وسنت کے ذریعہ صحیح ڈھنگ سے جاننے سمجھنے اور اس پر عمل کرنیکی توفیق عنایت فرمائے (آمین)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین.

کتبہ العبد الفقیر الراجی لعفو ربہ :

**مسرور احمد الفیضی**

بروز جمعہ بتاریخ ۲۱/اپریل ۲۰۰۶ء